ایران کی طرف سے خطرے کا جائزہ

(بیس سوال، جن کا جواب ہمیں معلوم ہونا چاہیے)

تحریر: سینٹر فار اسٹریٹیجک اینڈ انٹرنیشنل اسٹڈیز*

ترجمہ: پروفیسر اے - ڈی -میکن

ایران کے گزشتہ سال کے اقدامات نے نہ صرف ساری دنیا کو متذبذب کر دیا بلکہ اس بھرپور بحث کو بھی جنم دیا کہ اقوام عالم کو ایران کے مسئلہ سے نبرد آزما ہونے کے لیے بہترین طریقہ کیا ہونا چاہیے؟ اس بحث کے پیچھے ایران کے حقیقی عزائم اور سرگرمیوں سے متعلق متعدد اور متنوع مفروضے، اندازے اور ممکنہ منطقی نتائج کارفرما ہیں۔

اس بحث کو قابل فہم بنانے اور اس میں منطقی استدلال کی قوت شامل کرنے کے لیے سینٹر فار سٹریٹجک اینڈ انٹرنیشنل اسٹڈیز (سی ایس آئی ایس) نے ممکنہ موضوعات سے متعلق سوالات کی فہرست تیار کی ہے۔ یہ بیس سوالات ہیں جن کے ذریعے اس معاملے میں ہونے والی تبدیلی یا پیش رفت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ البتہ ان سوالات کے تمام ممکنہ جوابات سے کم ہی لوگ متفق ہوں گے۔ اس عدم اتفاق کی ایک وجہ حقائق ہو سکتے ہیں اور دوسرا ایسے لوگوں کی صلاحیتِ فہم، مگر یہ طے ہے کہ ان ہی جوابات پر ایران کے حقیقی خطرے اور ان سے متعلق عالمی اجتماعی ردِعمل کے ادراک کا دارومدار ہے۔

اس موضوع پر ایک صحت مند بحث کے لیے میدان ہموار کرنے کی غرض سے سی ایس آئی ایس

---

*سینٹر فار اسٹریٹیجک اینڈ انٹرنیشنل اسٹڈیز، واشنگٹن ڈی سی کے ماہرین کے تیار کردہ ۲۰ سوال اور دو ممکنہ جوابات، سینٹر کے شکریہ کے ساتھ۔ www.csis.org

نے نہ صرف ان سوالات کو ترتیب دیا ہے بلکہ اسے قوتِ مزید فراہم کرنے کے لیے مثبت اور منفی جوابات بھی فراہم کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ صورت حال تمام امکانات کے ساتھ واضح ہو سکے۔

سوال نمبر۱: کیا ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ ایران واقعتاً جوہری ہتھیار بنانا چاہتا ہے؟

☆ ---نہیں:

اگر چہ مستقبل کے حوالے سے ایران نے اس سلسلے میں اپنی جستجو کے دروازے مکمل طور پر بند نہیں کیے ہیں، اور نہ ہی اسے بین الاقوامی برادری کے سامنے توہین آمیز رویے کا نشانہ بننے کا کوئی شوق ہے، مگر اس امر کی علامات نہ ہونے کے برابر ہیں کہ وہ مستقبل قریب میں جوہری ہتھیاروں کی تیاری کی منصوبہ بندی کرنے والا ہے۔ ایرانی حکومت کی تمام تر دھمکیوں کے پیچھے دراصل اسی نوعیت کا ایک بہت پرانا پروگرام ہے جس کا آغاز شہنشاہ ایران کے دور ہی میں ہو گیا تھا۔ البتہ اس میں قابل ذکر کامیابیوں کا تناسب کچھ زیادہ نہیں۔ ایران کا خود کفالت کا جنون اور عظمت فارس کا خبط ایسے دو عوامل ہیں جو اس پروگرام کو خفیہ رکھنے کے لیے بنیاد فراہم کرتے ہیں۔ اور یہی دو عوامل پچھلی صدی میں ایران کے بیرونی دنیا کے ساتھ تعلقات کی میراث بھی سمجھے جاتے ہیں۔ ایک طویل عرصے تک جاری رہنے والی سخت بین الاقوامی نگرانی کے نتیجے میں اب تک ایران کو کسی ضابطے سے انحراف کی جرأت نہیں ہوئی تھی۔

اس مقبولِ عام یقین کے برخلاف (کہ ایران جوہری توانائی کو ہتھیاروں میں استعمال کرنا چاہتا ہے) یہ بھی ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ اپنی توانائی کی جائز ضرورتیں پوری کرنے کے لیے ایران کو جوہری توانائی کی ضرورت ہے۔ اگر چہ ایران کے پاس معدنی تیل اور قدرتی گیس کے دنیا میں تسلیم شدہ ذخائر موجود ہیں مگر خام پٹرول کو صاف کرنے کی ایرانی صلاحیت اس کی ضرورت کے لحاظ سے بہت کم ہے۔ حیران کن بات یہ ہے کہ اس کمزوری کے باوجود اندرونِ ملک متبادل وسائل توانائی کے استعمال اور تیل کو بیرونی منڈیوں میں فروخت کرنے کے نتیجے میں ایران معاشی طور پر خوشحال ملک ہے۔

☆-ہاں:

اگر چہ ایران کے ارادوں اور خواہشات کے ثبوت کے لیے کوئی ٹھوس عملی مثال موجود نہیں ہے مگر ایسی واقعاتی شہادتیں کثرت سے دستیاب ہیں جن کی مدد سے ایرانی ارادوں پر روشنی پڑتی ہے۔ ایسی شہادتوں میں پاکستان کے جوہری پروگرام کے ایک طویل مدت تک نگران رہنے والے معروف ڈاکٹر اے عبدالقدیر کا بار بار ایران کا دورہ کرنا بھی شامل ہے۔ ایران کے جوہری پروگرام کے بڑے حصے پر ایک عجیب سی سِرّیت کا پردہ پڑا ہے اور بڑی حد تک اس کی نگرانی ایرانی فوجیوں کے ہاتھ میں ہے۔ پرامن مقاصد کے لیے جوہری توانائی کے بارے پرتشویش نظر آتے ہیں۔ ایران کے قدرتی گیس کے کم ہوتے ذخائر بھی شہری استعمال کے لیے پیدا کی جانے والی جوہری توانائی کے حصول کو عجیب وغریب بناتے ہیں۔ اس پر مستزاد یہ کہ ایران کے جوہری شعبے میں ساری کی ساری پیش رفت دراصل عالمی ادارہ جوہری توانائی (آئی اے ای اے) اور جوہری میدان میں عدم پیش رفت کے معاہدے (این پی ٹی) کے ساتھ کیے گئے تحریری وعدوں کی خلاف ورزی ہے جو گزشتہ دو دہائیوں سے جاری ہے۔ جب اس صورتحال کو ایران کی اسرائیل کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے کی خواہش اور اس کی بے لگام جوہری ہتھیار بنانے کی صلاحیت کے خلاف واویلا مچانے کا مشاہدہ کیا جائے تو صورت حال مزید واضح ہو جاتی ہے۔

اگر چہ ایران دعویٰ کرتا ہے کہ (اس کا جوہری پروگرام) پرامن مقاصد کے لیے ہے اس کے باوجود یہ بیرونی دنیا سے پروگراموں کی پیشکش کو بلا دریغ ٹھکرانے کا رویہ ظاہر کرتا ہے تو اس سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ بظاہر توانائی کے حصول کے پروگرام کے پیچھے دراصل عسکری مقاصد کارفرما ہیں۔

سوال نمبر۲: کیا یہ جاننا ممکن ہے کہ ایران جوہری ہتھیاروں کی تباہی کے حوالے سے اس مرحلے پر پہنچ گیا ہے جہاں سے واپسی ممکن نہیں؟

☆-ہاں:

ایران آئی اے ای اے کے ساتھ تعاون کر رہا ہے جس کے معائنہ کاروں کو تمام اعلان کردہ

جوہری تنصیبات کا معائنہ کرنے کی سہولت حاصل ہے۔ اگر معائنے کی اس سہولت کو عالمی ادارے کے ماہرین کی اس صلاحیت کے ساتھ ملا کر دیکھیں، جس کے مطابق وہ ایرانی پروگرام میں حائل فنی و دیگر رکاوٹوں کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں، تو صاف طور پر عیاں ہے کہ ایران چوری چھپے جوہری ہتھیاروں کی تیاری پر قادر نہیں ہو سکتا۔

اگرچہ اضافی نگرانی اس معاملے کو پر اعتمادی سے نمٹنے میں مددگار ثابت ہو سکتی ہے۔ تاہم اس نگرانی کے موجود نہ ہونے پر بھی یہ کہنا درست نہیں کہ ہم قطعی طور پر اندھیرے میں ہیں۔ ہمیں تو ایرانی معمے کے بہت سے حصوں کا علم ہے مگر ایران کو قطعی اندازہ نہیں کہ ہم کتنا کچھ جانتے ہیں۔ اسی لیے پورے اعتماد سے کہا جا سکتا ہے کہ ایران کے لیے عالمی نگران اداروں کو دھوکہ آسان نہیں ہے۔ جزوی اور معمولی درجے کے شواہد کی بنیاد پر کسی بڑے خطرے کا تصور کرنے کی غلطی کر کے امریکہ پہلے ہی عراق میں پھنس چکا ہے۔ اب ایران کے معاملے میں ہمیں وہی غلطی دہرانے سے گریز کرنا چاہیے۔ تاہم نگرانی اب بھی ضروری ہے خواہ انتہائی درجے کی نہ بھی ہو۔ تاہم اگر ہم سمجھتے ہیں کہ نگرانی کا عمل بالکل ہی بیکار ہے تو یہ خود کو جان بوجھ کر اندھیرے میں رکھنا ہے۔

☆-نہیں:

ہمیں مسئلے سے متعلق اپنی معلومات کو ناقابل تردید قرار دینے کی حماقت نہیں کرنی چاہیے۔ ایران عالمی ادارے کے مرکزی افراد کو انتہائی حساس اور مبینہ طور پر ہتھیار بنانے والے مقامات تک پہنچنے سے باز رکھنے میں ابھی تک کامیاب ہے جس کے باعث اس کی فنی صلاحیتوں کا مکمل ادراک بیرونی دنیا کے لیے مشکل ہے۔ علاوہ ازیں ماہرین کی رائے بھی یہی ہے کہ ایران اس مقام تک پہنچ چکا ہے جہاں وہ کسی بھی وقت یورینیم کی افزودگی کی راہ میں حائل فنی رکاوٹوں کو دُور کر سکتا ہے۔

ایران اپنے جوہری پروگرام کو منظر عام پر لانے سے مسلسل انکار کر رہا ہے۔ اسی سے اس کے ارادے مشکوک ہو جاتے ہیں۔ ایران کو چاہیے تھا کہ ان شکوک کو رفا کرنے کے لیے وہ نہ صرف عالمی معائنہ کاروں کو اپنی اعلان کردہ جوہری تنصیبات کے مکمل معائنے کی اجازت دیتا بلکہ انہیں پورے

ملک میں پھیلے کئی دوسرے مشکوک مقامات تک رسائی بھی فراہم کرتا۔ جب تک ایسا نہیں ہوتا، یہی سمجھا جائے گا کہ ایران پوری دنیا کو تاریکی میں رکھتے ہوئے نہایت چالاکی سے ہتھیاروں کی تیاری میں مصروف رہے گا اور ان کی تکمیل پر انہیں دنیا کے سامنے لائے گا۔

سوال نمبر۳: کیا جوہری ہتھیاروں سے مسلح ایران علاقائی سلامتی کے لیے کوئی بڑا دھچکا ہو سکتا ہے؟

☆-نہیں:

اپنی تمام تر دھمکیوں کے باوجود ایران اپنے ہمسایہ ممالک کے ساتھ تعلقات میں ہمیشہ محتاط رہا ہے۔ اگر چہ ایران بہت سے ممالک کی حکومت مخالف تنظیموں اور عسکری گروہوں کی حمایت کرتا ہے مگر یہ سب کچھ وہ خاموشی سے، ہمسایہ ممالک سے چھپا کر اور کوئی ممکنہ ثبوت چھوڑے بغیر کر رہا ہے۔

اس میں تو شک نہیں کہ جوہری صلاحیت حاصل ہو جانے کے بعد ایران کی آواز کم از کم علاقے (مشرق وسطیٰ) میں زیادہ سنی جائے گی مگر اس کا امکان نہیں ہے کہ وہ عسکری تشدد کی راہ اپنائے۔ اگر چہ اس کے بیانات اکثر معاندانہ ہوتے ہیں، مگر ایران نے نہ کبھی ہمسایہ ممالک کی سرحدوں کی خلاف ورزی کی ہے اور نہ ہی ایسے گروہوں تک جدید اسلحہ پہنچنے دیا ہے جن پر اسے مکمل قابو نہ ہو ٹ چہ جائیکہ انہیں جوہری ہتھیار مہیا کرے۔ تاہم اس کے ہمسایہ خطوں کی حکومتوں میں مقبول ہونے کی خواہش اور ان حکومتوں کے خلاف معاندانہ رجحانات کو خلط ملط نہیں کرنا چاہیے۔ فی الحقیقت ایران دفاع وسلامتی نہ ہونے کا خواست گار ہے، اپنی ریاست میں توسیع کا نہیں۔ علاوہ ازیں ایران یہ جانتے ہوئے کہ اسرائیل کے پاس نہ صرف بہتر ہتھیار موجود ہیں بلکہ ان کا ڈیلیوری نظام بھی بہترین ہے، اس پر حملہ آور ہو کر اپنی تباہی کو دعوت نہیں دے گا۔

☆-ہاں:

ایران کی جوہری ہتھیاروں کی صلاحیت سے مشرق وسطیٰ میں دو طرح کا بھونچال آنے کا امکان ہے۔ اول یہ کہ اس کامیابی سے تقویت پا کر ایران اپنے ہمسایوں کے لیے خطرناک ہو جائے گا۔ دوسرے یہ کہ اس خطرے کے پیش نظر اس کے ہمسایہ ممالک بھی جوہری صلاحیت کے جنون میں

مبتلا ہو جائیں گے۔ چنانچہ اسلحے کی اس دوڑ کے نتیجے میں مشرق وسطیٰ جو پہلے ہی عدم استحکام کا شکار ہے اور بھی غیر مستحکم ہو جائے گا۔

اس کا اندازہ اس سے لگائیے کہ جوہری صلاحیت کے بغیر بھی ایران سفارت کاری کو کچھ خاص اہمیت نہیں دیتا۔ موجودہ حکومت نے نہ صرف سابق صدر محمد خاتمی کی ہمسایہ ممالک کے ساتھ گرم جوشی کی حکمتِ عملی کو ترک کر دیا ہے، بلکہ اس کی جگہ اسرائیل پر تلوار لہرانے اور اسے مرعوب کرنے کی حکمت عملی اپنالی ہے۔ اس کے علاوہ ایران نے نہ صرف شیعہ عربوں میں غم و غصے کی آگ بھڑکا دی ہے بلکہ ایسے تشدد کو ہوا دی ہے جس نے خطے کے اتحاد کو اندر ہی اندر شگافتہ کر دیا ہے۔ ہاں البتہ اگر ایران کے خطے کے بارے میں ارادے اعتدال پسندانہ ہوں اور وہ پرامن طریقے اختیار کرے تو شاید مشرق وسطیٰ ایران کو اس کی جوہری صلاحیت کے ساتھ بھی برداشت کر لے۔ تاہم موجودہ حالات میں نیوکلیئر ہتھیاروں سے لیس ایران خطے کے لیے کسی تباہی سے کم نہیں۔

سوال نمبر۴: کیا ایرانی حکومت کا تختہ الٹنے والا ہے؟ اگر ہاں تو کن حالات میں؟

☆-نہیں:

مغرب کے لوگ مدتوں سے ایران کی اسلامی ری پبلک حکومت کے عدم استحکام کے دعوے کرتے آرہے ہیں۔ شاہ کے وقت کی حکومت کے یورپ اور امریکہ سے قریبی تعلقات تھے، مگر اسلامی انقلاب کے بعد ایران پر ان کی گرفت نہیں رہی۔ سچ تو یہ ہے کہ ایران کی اسلامی حکومت کی جڑیں عوام میں انتہائی گہری ہیں اور اس کی وجہ اعلیٰ درجے کا معاشرتی انصاف ہے۔ آج نہ صرف ہر ایرانی کو روزمرہ کے استعمال کی اشیاء پر حکومت کی طرف سے برابر رعایت ملتی ہے بلکہ ان گروہوں کو بھی صحت اور تعلیم کی سہولت بلا امتیاز فراہم کی گئی ہے، جو شاہ کے دور میں ان سے محروم رکھے جاتے تھے۔ آج ہر کوئی اپنی گاڑی رکھ سکتا ہے (شاہ کے دور میں یہ اجازت خاص طبقے تک محدود تھی)۔ اگرچہ اب لوگوں کو یہ گلہ ہے کہ سڑکوں پر ٹریفک کا ہجوم رہنے لگا ہے۔ تاہم اس سہولت سے ایرانی زندگی کے دیگر شعبوں کے لوگ بھی مستفید ہو رہے ہیں۔

ایرانی حکومت، عوام کو کم سے کم طاقت استعمال کر کے، احتجاج سے دُور رکھنے کا اہتمام وانصرام کرنے میں کامیاب ہے۔ ایران کے اسلامی انقلاب کو چوتھائی صدی گزر چکی ہے مگر اب تک نہ ہی اس حکومت کا کوئی متبادل سامنے آیا ہے اور نہ ہی کوئی طاقتور تحریک چل سکی ہے۔ اگرچہ اسلامی حکومت کافی حد تک آمرانہ ہے مگر اسے ڈکٹیٹرشپ نہیں کہا جا سکتا کیونکہ اس میں (مشاورت کا اعلیٰ نظام موجود ہے بلکہ) اس قدر لچک موجود رکھی جاتی ہے کہ یہ ٹوٹنے نہ پائے۔

☆-ہاں:

تیل کی قیمتوں میں اضافے کے باعث ایرانی حکومت اندازوں سے کہیں زیادہ عرصے تک باقی رہ گئی ہے۔ ملک میں اس وقت واضح اکثریت (۳۵ فی صد) نوجوانوں کی ہے جن کی عمریں ۱۵ سے ۳۰ سال تک ہیں۔ آبادی کے اس بڑے حصے کو سخت معاشرتی پابندیوں، بے روزگاری اور نشے کے بڑھتے ہوئے استعمال سے نمٹنا پڑے گا۔ اس وقت ایران کا اقتصادی ڈھانچہ متزلزل ہے اور سرکاری اداروں میں ضرورت سے زیادہ لوگوں کی بھرمار ہے۔ خرابی کی سب سے بڑی وجہ ۳۰ فی صد ملکی معاملات پر ایسے طبقے کا کنٹرول ہے، جن کی سرپرستی آیت اللہ (دینی علماء) کرتے ہیں۔ یہ معاشی پاور ہاؤس نہ تو ٹیکس دیتے ہیں، نہ کسی کے آگے جواب دہ ہیں۔

موجودہ حکومت نے اب تک معاملات کو لوگوں کو ماتم داری میں مصروف رکھ کر اور انہیں گیسولین سمیت روزمرہ اشیاء پر سبسڈی دے کر قابو میں رکھا ہوا ہے۔ یہ دونوں صورتیں ایک ایسی سودابازی کی کیفیت پیدا کرتی ہیں جن میں ایک خاص طرح کی مناقشت کا عنصر کسی حد تک موجود رہتا ہے۔ مگر سچ یہ ہے کہ اسلامی انقلاب کے قصیدے جو ایک مدت تک کامیاب رہے، اب ناکام ہو چکے ہیں۔ اب عوام ملاؤں کے کنٹرول سے تنگ آ چکے ہیں۔ خصوصاً جب تیل کی قیمتیں کم ہونے سے حکومت کو حاصل ہونے والا منافع یعنی مالی وسائل کم ہوں گے تو عوام کو حکومت کی مہم جوئی اور مبارزت طلبی کی حقیقی قیمت کا اندازہ ہوگا۔ اس سے ان کی خالی جیبوں کا دکھ اور بڑھے گا اور وہ اٹھ کھڑے ہوں گے اور تبدیلی کے لیے جدوجہد کریں گے۔

سوال نمبر۵: کیا تیل کی قیمتوں میں بے تحاشہ کمی سے ایرانی حکومت کے استحکام کو خطرہ لاحق ہوگا؟

☆-نہیں:

طویل عرصے تک تیل کی قیمتوں میں اضافے کے باعث ایرانی حکومت کا خزانہ کافی بھر گیا ہے اوراس کے فارن ایکسچینج ذخائر بھی معقول مقدار میں ہیں۔ ہمسایہ خلیجی ریاستوں نے جس طرح سرعت سے اپنا تیل نکالا اور اسے بیچ کر الللے تللّوں میں صرف کیا ہے، ایران نے اس سے ہمیشہ اجتناب کیا ہے۔ اس نے ہر سال ''آئل سٹیبلائزیشن فنڈ'' کے نام سے اربوں ڈالر بچائے ہیں اوراس بچت کا مقصد ایسے ہی مشکل وقت سے نمٹنا تھا۔

اس کے علاوہ حکومتِ ایران کا مقامی میڈیا پر مکمل کنٹرول ہے جس کے باعث ملک میں مخالف گروہوں کی تحاریک کا اسے قبل از وقت علم ہو جاتا ہے۔ اس کام کو باصلاحیت مگر سفاک انٹیلی جنس (نظامِ جاسوسی) نے بھی آسان بنایا ہے۔ اگر چہ ایرانی عوام یہ شکوہ کر سکتے ہیں کہ قومی آمدنی کا بڑا حصہ حکومت اپنے مخصوص مقاصد کے حصول کے لیے صرف کرتی ہے مگر ایسی رائے رکھنے والے کبھی بھی حکومت کے خلاف خیالات کو تحریک میں نہیں بدل سکتے۔ اگر چہ تیل کی قیمتوں میں کمی ایرانی حکومت کی سرگرمیوں کو محدود ضرور کرے گی مگر عام تاثر یہی ہے کہ حکومت کے اس کے باعث ممکنہ متبادلات میں کمی آنے کے باوجود، کوئی بحران پیدا نہیں ہوسکتا۔

☆-ہاں!

بہت کم لوگ ایرانی حکومت کو جائز حکمران سمجھتے ہیں اور عوام حکومت کی طرف سے دی گئی سبسڈی کے باعث ہی اسے برداشت کرتے ہیں۔ ایران پہلے ہی بڑھتی ہوئی بے روزگاری، مہنگائی اور کمزور پڑتے ہوئے صنعتی و معاشی ڈھانچے کے باعث کافی کمزور ہے۔ حکومت کے مالی وسائل کا نوّے فیصد تیل کی فروخت سے حاصل ہوتا ہے۔ مگر آئل سٹیبلائزیشن فنڈ میں بھی ضرورت کے مطابق سرمایہ موجود نہیں ہوگا کیونکہ حکومت وقتاً فوقتاً بجٹ کا خسارہ پورا کرنے کے لیے بھی اس میں سے رقم نکالتی رہتی ہے۔ تیل کی قیمتوں میں کمی حکومت کو بہت سی مدوں میں دی جانے والی سبسڈی واپس لینے

پر مجبور کر دے گی۔ اور اس طرح دیگر ضروریات زندگی کی بڑھتی ہوئی قیمتیں ایرانی عوام کو موجودہ حکومت سے حاصل ہونے والے واحد فائدے سے بھی محروم کر دیں گی اور اس کا شدید اور سریع ردعمل ہوگا۔

حکومتِ ایران کے خلاف آخری طاقت ور تحریک ۱۹۹۰ء کی دہائی میں شروع ہوئی۔ اس وقت تیل کی قیمتیں گر رہی تھیں۔ اس وقت کی حکومت کو عوامی بے چینی سے نمٹنے کے لیے فوری کارروائی کرنا پڑی۔ صدر خاتمی کا اصلاحات کا ایجنڈا بھی بڑی حد تک اسی کارروائی کا حصہ تھا۔ تب سے اب تک تیل کی قیمتیں اوپر ہی گئی ہیں۔ اس لیے ایرانی حکومت کی لچک میں بھی معتد بہ کمی ہوئی ہے۔ آج کے سخت رویہ رکھنے والے حکمران صدر خاتمی کے مقابلے میں مطالبات کی منظوری کے لیے راغب نظر نہیں آتے جبکہ متبادل کی تلاش میں عوام کی رغبت نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس لیے اب ہمیں کسی دھماکے کا منتظر رہنا چاہیے۔

سوال نمبر ۶: کیا ایران کی زیادہ متعدل قوتیں صدر محمد احمدی نژاد کو قابو میں لاسکیں گی؟

☆-ہاں:

صدر محمد احمدی نژاد کا ہڑبولا پن دراصل لوگوں کے اس واضح احساس کا نتیجہ ہے کہ صدر خاتمی اپنے پتے چھپا کر رکھنے کے ضرورت سے زیادہ قائل تھے لہٰذا انہوں نے مغرب کو مرعوب کرنے میں کامیابی حاصل نہیں کی۔ لہٰذا عام تاثر یہ ہے کہ اگر کل کلاں تیل کی قیمت گرنے یا رسد کی فراہمی میں کمی کی صورت میں ایران کو سزا دینے کی کوشش کی جائے تو ایک غرّانے والا صدر ان کے لیے بہتر فوائد حاصل کر پائے گا۔

البتہ ایران کی خارجہ پالیسی کی تشکیل و تدوین کی ایجنسی میں حقیقت پسند اور اصلاح پسند عناصر اب بھی موجود ہیں۔ وہ تھنک ٹینکس اور بالائے حکومت اداروں میں باہم تعاون کے جذبے سے موجود رہتے ہیں اور حکومت میں شامل ہو کر دوبارہ طاقت حاصل کرنے کے لیے بھی کوششیں جاری

رکھتے ہیں۔ آج بھی ایران کے مختلف سیاسی سوچ رکھنے والے شعبوں کے مابین، ایک مشکوک سا توازن موجود ہے، جو بدلتے حالات کے ساتھ ساتھ وفاداریاں بدلنے کو تیار ہیں۔ جب ایسی صورت حال ہوئی کہ ایرانی عوام کی سرگرمیاں ایرانی حکومت کے لیے ناقابل برداشت ہوگئیں تو ایرانی قیادت احمدی نژاد پر دباؤ ڈالے گی کہ وہ یا تو بین الاقوامی دباؤ کو برداشت کرنے یا پھر صدارت سے دست بردار ہو جائے۔ ایرانی خارجہ پالیسی غیر منطقی ہرگز نہیں ہے البتہ اس میں ایرانی قوم کے مفادات کا سودا کرنے کی گنجائش کہیں موجود نہیں۔

☆۔نہیں:

صدر احمدی نژاد کی حیثیت جادو کی چھڑی کی سی ہے مگر وہ اب ایک ایسی پالیسی ڈائریکشن کے شکنجے میں پھنس چکے ہیں جس سے وہ اور ان کا ملک کہیں نکل نہیں سکیں گے۔ جب وہ تہران کے میئر تھے تو ان کے خواب وخیال میں بھی نہ تھا کہ وہ قومی انتخابات جیت کر ایک بین الاقوامی شخصیت بن جائیں گے۔ اپنے شخصی کرشمے کے علاوہ مغربی انداز خطابت اور صیہونی دشمنی کے باعث ان کا حلقۂ اثر محدود دلچسپیوں والے گروہوں سے کہیں آگے بڑھ چکا ہے اور یہی ان کی مقبولیت کا راز ہے۔ اگرچہ شعلہ بار بیانات سے انہوں نے جو مقبولیت حاصل کی ہے اس کا انہیں پہلے سے ہرگز اندازہ نہ تھا مگر وہ مخاصمتی بیانات سے اسی وقت بری الذمہ ہو سکتے ہیں یا انہیں ترک کر سکتے ہیں جب وہ عہدۂ صدارت سے دستبردار یا اپنی سیاسی بنیاد سے محروم ہو جائیں۔ یہ بات بھی اہم ہے کہ خواہ وہ مغرب کے ساتھ اپنی مناقشت ترک بھی کر دیں تب بھی بین الاقوامی مطالبات کے سامنے مکمل طور پر سپر ڈالنا ان کے لیے ممکن نہیں رہا۔ وہ لڑتے ہوئے شہید ہونے کو ترجیح دیں گے۔

ان کی صدارت کے ابتدائی دور کی بالائی قیادت انہیں محدود کرنے میں کامیاب ہو سکتی تھی۔ مگر اب جب کہ صدر کی مقبولیت کا گراف (کم از کم اسلامی دنیا میں) کافی بڑھ چکا ہے، اب اُن قائدین کے لیے بھی اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ انہیں عہدۂ صدارت پر بحال رکھا جائے۔

سوال نمبر ۷: کیا ایران میں اصلاح پسند تحریک دوبارہ شروع ہوسکتی ہے؟

☆-ہاں:

ایرانی اصلاح پسند تحریک ہی دراصل ایرانی عوام کی حقیقی سوچ کی آئینہ دار تھی۔ یہ تحریک حقیقت پسند تھی جس کا مقصد عوام کا معیارِ زندگی بہتر کرنے کی جدوجہد کو مہمیز دینا تھا۔ یہ تحریک بین الممالک مہم جوئی اور ایران کے ہم خیال گروہوں کے معاملات میں مداخلت کے حق میں نہ تھی۔ اگرچہ اس تحریک کی پڑھی لکھی قیادت اقتدار کی جنگ ہار گئی ہے اور ان کی جگہ قدامت پسند اقتدار میں ہیں تاہم وہ قیادت نہ صرف ابھی تک موجود ہے بلکہ ایران کی بیرونِ ملک مداخلت اور تنازعات کھڑے کرنے کے رویے سے نالاں بھی ہے۔

اگرچہ مغرب میں ان کے معاملات کا کھاتہ بند کیا جاچکا ہے مگر یہ عنصر ایران میں پوری طرح معدوم نہیں ہوا۔ بلکہ دلچسپ بات یہ ہے کہ اس تحریک کے کارکنان نے اپنی شکست سے مایوس ہونے کی بجائے اس سے سبق سیکھا ہے اور نتیجتاً انہوں نے اسے دوبارہ مجتمع ہونے، غوروفکر کرنے، حکمت عملی وضع کرنے اور سیاست میں لوٹنے کے لیے باقاعدہ زمین ہموار کرنے کا ایک موقع قرار دیا ہے۔ ایران کی موجودہ قیادت جس طرح ظاہر کرتی، اتنی مقبول اور طاقتور ہرگز نہیں۔ اس لیے ان کی بیرونی دنیا سے مناقشت کی پالیسی اور شاہ خرچی، انہیں زیادہ دیر اقتدار میں رہنے نہیں دے گی۔ یہی وہ مرحلہ ہوگا جب اصلاح پسند ابھریں گے اور ایران کو اس سیاسی روش کی طرف لوٹائیں گے جو ایرن کے قومی مفاد میں ہوگی۔

☆-نہیں!

ایرانی قدامت پسندوں نے ۱۹۹۰ء کی دہائی میں ہی اصلاح پسندوں سے نمٹنے کے لیے کافی گر سیکھ لیے تھے۔ جب اصلاح پسندوں نے ۱۹۹۷ء میں انتخابات جیت کر ۲۰۰۰ء میں مجلس (پارلیمنٹ) کا کنٹرول سنبھالا تو انتہا پسندوں نے باقاعدہ منصوبہ بندی کی اور پورے انہماک سے اصلاح پسندوں کے منصوبوں میں رکاوٹ ڈالنے اور بالآخر انہیں ناکام بنانے کی کوشش میں کامیابی کے باعث اگلی

مرتبہ انہیں شکست دے سکے، بلکہ انہوں نے ثابت کیا کہ وہ قانون سازی، اخبارات پر کنٹرول اور فعال اصلاح پسندوں کو گرفتار کرنے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔ اسی طرح انہوں نے کئی اصلاح پسند امیدواروں کو کسی نہ کسی بہانے نااہل قرار دے کر انتخابات سے الگ کیا اور اس کے نتائج اپنے حق میں کر لیے۔ اس دہائی کے آغاز میں ہی صدر خاتمی اور قدامت پسندوں کے درمیان چپقلش کے نتیجے میں خاتمی حیرت ہی میں رہے اور اپنے آخری سال کے دوران تو کوئی خاص کام ہی نہ کر سکے کیونکہ قدامت پسند ان کی توہین اور ان کے ساتھیوں کو خوفزدہ کرنے، انہیں قید کرنے اور اس سے بھی بدتر حالات سے دوچار کرنے میں کامیاب رہے تھے۔ یہ تصور کہ مذہبی جذبات ایران میں حکومتوں کی تقدیر کا فیصلہ کرتے ہیں، ایک مضحکہ خیز فریبِ نظر کے سوا کچھ نہیں۔ اگرچہ ایران میں انتخابات باقاعدگی سے (اور بظاہر شفاف) ہوتے ہیں مگر اس پورے عمل کے دوران سارے معاملات قدامت پرستوں کے اس قدر گرفت میں رہتے ہیں کہ ان کی مرضی اور پسند کے خلاف ان کے نتائج برآمد ہی نہیں ہو سکتے۔

سوال نمبر ۸: کیا ایران میں ہونے والے واقعات ایران کی حکومت کے لیے نقصان دہ ہو سکتے ہیں؟

☆-ہاں:

اگر عراق کے واقعات سے ایرانی مفادات زیادہ سے زیادہ منسلک ہونے لگتے ہیں تو قدرتی بات ہے کہ ان واقعات کے منفی اثرات سے بھی ایرانی حکومت متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ مثلاً اگر مبصرین کی نظر میں ایران عراق میں فرقہ واریت کو ہوا دے رہا ہے تو خود ایران میں بھی فارسی نہ بولنے والی کئی اقلیتیں مثلاً آذربائیجانی یا کرد اور عرب موجود ہیں۔ لہٰذا عراق میں ہونے والی فرقہ واریت سے خود ایران کی یکجہتی کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔ کیونکہ جب ان ایرانی عربوں کے عزیز اور بھائی بند عراق میں مرتے ہیں یا انہیں ہجرت پر مجبور ہونا پڑتا ہے تو علاقائی گروہوں کے مابین یہ تناؤ خود ایرانی عوام کی زندگی کو بھی مسموم بنا سکتا ہے۔ علاوہ ازیں عراق میں شیعہ مذہبی قیادت اپنے ایرانی ہم خیال قائدین سے قطعی مختلف کردار عراق کی عوامی اور سیاسی زندگی میں ادا کر رہے ہیں۔ اس سے ایرانی مذہبی

قیادت پر بھی ویسا ہی کردار ادا کرنے کا دباؤ بڑھ سکتا ہے۔ عراق میں علماء سیاست دانوں کو صرف علمی راہنمائی فراہم کرتے ہیں خود سیاست میں ملوث نہیں ہوتے۔ اس طرح سے یہ سوچ ایرانی نظام پر مذہبی راہنماؤں کی گرفت کے لیے ایک چیلنج ثابت ہو سکتی ہیں۔

عراق کے حالات نے ایران اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے تعلقات کو مزید کشیدہ کیا ہے۔ حالانکہ افغانستان میں طالبان کے زوال کے بعد ایران اور امریکہ باہمی دفاعی معاملات پر باہم مشاورت کر سکتے تھے۔ اس کشیدگی کا ایک خطرناک نتیجہ یہ بھی نکلا ہے کہ نہ صرف اب ایران اور امریکہ عراقی معاملات پر مشاورت اور معاونت نہیں کر سکتے بلکہ اب امریکہ خود ایران کی سرزمین پر کارروائیوں کی منصوبہ بندی میں مصروف ہے۔

☆۔نہیں:

جہاں تک عام ایرانی شہریوں کا تعلق ہے انہیں عراقی حالات سے اس وقت تک دلچسپی نہیں ہو سکتی جب تک عراق سے براہ راست ایرانی شہروں پر میزائل نہ داغے جانے لگیں۔ ایرانی تو عراق کے شیعہ مقدس مقامات کی زیارت میں دلچسپی لے سکتے ہیں جو سالہا سال سے ان مقامات کے بند ہونے کے باعث اس سے محروم ہیں مگر عراق ایرانیوں کے ساتھ سالہا سال تک مہلک ہتھیاروں سے برسرپیکار رہنے کے بعد انہیں گلے لگانے کی پوزیشن میں نہیں ہے۔ گویا اس طرح ایرانی وسائل صرف کیے بغیر ایرانی مقاصد کی تکمیل ہوئی ہے۔ جہاں تک علاقائی یا لسانی اختلافات کے مسائل کا تعلق ہے وہ ایران کے لیے کوئی نئے نہیں، بلکہ ایران سالہا سال سے احتجاج اور جلوسوں کی سیاست سے پوری قوت سے موثر انداز میں نمٹتا آ رہا ہے۔ ایران کو نہ صرف اپنی مذہبی قیادت کی معاونت حاصل ہے بلکہ دونوں ممالک کے دینی علماء کے نیٹ ورک سے بھی ایران کو بالواسطہ فائدہ پہنچتا ہے۔ خصوصاً عراق کی مذہبی قیادت سے تو اس کے قریبی تعلقات ہیں۔ آیت اللہ علی سیستانی کے بقول عراق کا سماجی اور معاشرتی ڈھانچہ اس قدر بکھر چکا ہے کہ کسی ایرانی کو خواہ وہ کوئی مذہبی راہنما ہو یا عام انسان، اس کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ کسی بھی قسم کی تبدیلی کے لیے کوئی تحریک چلائیں مگر یہ بیان ایک طاقتور انتباہ

ہے کہ اگر ملک کا سیاسی ڈھانچہ بنیاد پرستی کی طرف مائل ہو جائے تو کس قدر مزید بدنظمی پیدا ہو جائے گی۔

سوال نمبر ۹: اگر ایران عالمی منڈی سے تیل نکال لے یا فروخت روک دے اور اس میں کمی کر دے یا ہمسایہ ملکوں کی تیل کی شپمنٹ میں رکاوٹ ڈالے تو صورتحال کس قدر پریشان کن ہو سکتی ہے؟

☆-زیادہ نہیں:

اگر ایران اپنے تیل کا سٹاک محدود کر لے تو دنیا اس دھچکے سے جلد ہی باہر آ جائے گی۔ بین الاقوامی ایجنسی برائے توانائی سے منسلک ممالک میں ۱۲ارب بیرل خام تیل کا ذخیرہ موجود ہے جو انہیں ایرانی تیل کی درآمد سے دو سال تک بے نیاز رکھ سکتا ہے۔ پھر جب اس صورت حال کے نتیجے میں قیمتیں بڑھ جائیں گی تو تیل پیدا کرنے والے دیگر ممالک زیادہ منافع کمانے کے لیے اس کی پیداوار میں خود بخود اضافہ کر دیں گے۔ اور اس سے قیمتیں جلد ہی نیچے آ جائیں گی۔

اگرچہ ایران کے ایسے اقدام سے دنیا تو شاید برائے نام متاثر ہو گی مگر خود ایران کو اس کی بھاری قیمت چکانا پڑے گی۔ بالخصوص جب صاف شدہ تیل کی ایران آمد میں رکاوٹ پڑے گی تو ایران کے لیے مسئلہ ہو گا کیونکہ اس سے اس کی ۲۵ فیصد ضرورتیں پوری ہوتی ہیں۔ علاوہ اس کے اس کا اثر چین پر بھی شدید ہو گا جو ایران کا سٹریٹجک پارٹنر بھی ہے اور اس کی معیشت کا دارومدار بڑی حد تک ایرانی تیل کی برآمد اور عالمی آبی گزرگاہوں سے تیل کی بے روک ٹوک ترسیل پر ہے۔ پھر ایران مزید تیل کی پیداوار بھی روکنے پر مجبور ہو جائے گا کیونکہ اس کے پہلے محفوظ ذخائر بھی خطرے میں ہوں گے۔

☆-بہت زیادہ:

جس طرح اور جس مقدار میں معدنی تیل دنیا میں استعمال ہوتا ہے، ایرانی پابندیوں سے عالمی معاملات میں سخت خلل پڑے گا کیونکہ اس وقت ایران دس لاکھ بیرل تیل روزانہ مہیا کر رہا ہے۔ اگرچہ ایسی صورت حال کے نتیجے میں قیمتوں میں اضافے کا صحیح صحیح اندازہ لگانا تو ممکن نہیں، مگر ماہرین کی رائے ہے کہ ایسی صورت میں تیل کی قیمت میں اضافہ ۲۰ ڈالر فی بیرل سے ۶۰ ڈالر فی بیرل تک ہو

سکتا ہے بلکہ جنگ کی صورت میں جو غیر یقینی صورتحال پیدا ہوگی اس سے تو قیمتیں اور بھی زیادہ متاثر ہوں گی۔ کیونکہ ایسی صورت میں نہ صرف ایرانی برآمدرُ کے گی بلکہ شاید ونزویلا جو ایران کا قریبی حامی ہے وہ بھی برآمد روک دے۔

اس کے علاوہ ایران آبنائے ہرمز کی بندش کا اہتمام بھی کر سکتا ہے جہاں سے پوری دنیا کی ضرورتوں کا ساٹھ فیصد تیل روزانہ گزرتا ہے۔ ایران کے پاس بحری بارودی سرنگیں بچھانے والا تیز رفتار فلیٹ موجود ہے جو راتوں رات اس ناکہ بندی کو ممکن بنا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ اگر ایرانی میزائیلوں نے تیل بردار جہازوں کو نشانہ بنانا شروع کر دیا یا اس کے حمایتی تخریب کار گروہوں نے علاقے میں تباہی مچائی تو صورت حال کئی مہینوں کے لیے قابو سے باہر ہو جائے گی۔ اگرچہ یہ ممکن ہے کہ نیٹو کی سرنگیں ہٹانے والی بحری قوت اور امریکی بحریہ کی نگرانی رکاوٹ دُور کر کے کچھ عرصے بعد تیل کی ٹریفک بحال کر لیں مگر مختصر مدت کی اس رکاوٹ کے اثرات بھی انتہائی دوررس ہوں گے۔

سوال نمبر ۱۰: کیا ایران کی روایتی افواج ہمسایہ ریاستوں کے لیے خطرہ ثابت ہو سکتی ہیں؟

☆۔نہیں:

ایرانی فوج عددی کمی کے ساتھ ساتھ حربی صلاحیت اور اسلحہ کے اعتبار سے بھی کچھ زیادہ باصلاحیت نہیں، اور عراق کے ساتھ جنگ کی دو دہائیوں کے بعد بھی ابھی اس کی چال میں لڑکھڑاہٹ موجود ہے۔ ایران کے پاس زیادہ تر ہتھیار ایسے ہیں جنہیں نہ استعمال کیا جا سکتا ہے اور نہ مرمت اور نہ ہی ایرانی انہیں نئے ہتھیاروں سے بدلنے پر قادر ہیں۔ علاوہ ازیں ایرانی فوجی حکمت عملی برطانوی، امریکی اور روسی فوجی حکمت عملیوں کا اک ملغوبہ سا ہے جس کے نتیجے میں کچھ حد تک مفید مشقیں کرنا بھی ممکن نہیں چہ جائیکہ وہ مکمل جنگ لڑ سکیں۔ تاہم ان کی عسکری قوت کو دیگر ہمسایہ ممالک پر کچھ فوقیت ضرور حاصل ہے کیونکہ ان کی دفاعی ذمہ داری تو زیادہ تر مغربی ملکوں کے کندھے پر ہے۔ البتہ یہ درست ہے کہ ایرانی فوجی ڈھانچہ درحقیقت عراقی خطرے کے پیش نظر تشکیل دیا گیا تھا جبکہ وہ خطرہ

اب موجود نہیں۔ خصوصاً جب ان کے چاروں طرف کی ریاستیں مغربی ممالک کی اتحادی ہیں، لہٰذا ایرانی افواج کسی بڑے خطرے سے نمٹنے کی اہل نہیں دی جا سکتیں۔ انہیں نہ صرف خلیجی ریاستوں کے شیخوں کی فوج سے بہتر صلاحیت کا حامل ہونے کی ضرورت ہے بلکہ انہیں امریکہ، برطانیہ اور ایسے دوسرے تمام ممالک سے مقابلے کے قابل ہونا ہے جو ہر قیمت پر خلیج سے تیل کی ترسیل کو بلا روک ٹوک جاری رکھنے کے خواہش مند بلکہ اس کے لیے مستعد ہیں۔

☆-ہاں!

ایران کے پاس کوئی پانچ لاکھ کے قریب باقاعدہ سپاہی اور ہمسایہ ممالک کے مقابلے میں کہیں زیادہ مؤثر میزائل نظام موجود ہے۔ اس کے علاوہ ڈیڑھ لاکھ افراد پر مشتمل ایرانی انقلابی گارڈ کے دستے (IRGC) ہیں جو انتہائی طور پر پُر جوش، اعلیٰ درجے کی تربیت اور صلاحیت حرب کے حامل فوج ہیں جن کے پاس معقول معیار کا اسلحہ بھی موجود ہے۔ اس نظریاتی فوجی تنظیم کے قبضے میں ایران کے سکڈ میزائیل کے علاوہ کیمیائی اور حیاتیاتی ہتھیاروں کا ذخیرہ بھی ہے اور یہی میزائیلوں کی تیاری کی ذمہ دار بھی ہے۔ اس کے علاوہ ایران کے پاس قدس فورسز کے تحت ۵۰۰۰ فوجی ہیں جنہیں خصوصی طور پر غیر روایتی جنگ اور بیرونِ ملک جنگی کارروائیوں کے لیے تیار کیا گیا ہے۔ یہ خصوصی دستے بھی آئی آر جی سی ہی کے زیرِ انتظام ہیں۔ اس فورس کی شاخیں پوری دنیا میں ہیں اور ان کے ایرانی جاسوسی اداروں سے رابطے خاصے خفیہ ہیں۔ ایرانی بحریہ کے پاس اپنی نفری ۱۸۰۰۰ کے قریب ہے جبکہ آئی آر جی سی کے ۲۰۰۰۰ جوان بھی بحری کارروائیوں میں حصہ لے سکتے ہیں۔

اگرچہ ایرانی افواج، امریکی یا یورپی افواج کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں تاہم یہ اپنے تمام ہمسایوں کے لیے تباہ کن ہو سکتی ہیں۔ ماضی میں اس کی مثالیں ملتی ہیں۔ ایران بڑی آسانی سے دھمکیوں، زوردار بیانات اور چھوٹے ہمسایوں کے خلاف چھوٹی موٹی جنگی کارروائیوں کے ذریعے علاقے میں اپنی چودھراہٹ کی راہ ہموار کر سکتا ہے۔

سوال نمبر ۱۱: کیا فوجی حملے کی صورت میں ایرانی جوابی کارروائی میں کچھ جان ہوگی؟

☆-ہاں:

ایرن کے پاس متنوع اقسام کے ذخائر اور حکمت عملی کی صورتیں موجود ہیں جن کی مدد سے خواہ امریکہ حملہ کرے یا اسرائیل، ایرانی جواب معمولی نہیں ہوگا اور ایسے حملے بلا جواز قرار دیے جائیں گے۔ اس کے علاوہ ہمسایہ ریاستوں میں موجود امریکی اڈے ایرانی میزائیلوں کی زد میں ہوں گے بلکہ ایسا جواب خود اسرائیل پر حملے کی صورت میں بھی ہوسکتا ہے۔ ایسے میزائل روایتی، کیمیائی، حیاتیاتی اور تابکاری ہتھیاروں سے لیس بھی ہوسکتے ہیں۔ بلکہ زیادہ قرین امکان یہ ہے کہ ایران بیک وقت دنیا بھر میں امریکی اور اسرائیلی مفادات وتنصیبات کو نشانہ بنانے کا ایک طویل سلسلہ شروع کردے، جس کے لیے وہ حزب اللہ یا اپنی فوج کے مخصوص روایتی دستوں کو استعمال کرسکتا ہے۔ اسی طرح وہ عراق میں زیادہ تشدد ہوسکتا ہے جہاں نہ صرف امریکی معاونین نشانہ بنیں گے بلکہ ملک کی مشکلات میں کئی گنا اضافہ ہوسکتا ہے۔

جب اس ساری کارروائی میں ایران کی مشرق وسطیٰ میں بعض اضافی حربی سرگرمیاں بھی شامل ہوجائیں گی تو تیل کی منڈی میں ایک بھونچال آجائے گا۔ اس طرح قیمتیں (تیل کی) آسمان سے باتیں کرنے لگیں گی اور نتیجے کے طور پر زیادہ ڈالر اور پاؤنڈ سٹرلنگ یورپی اور امریکی جیب سے نکل کر ایرانی کھاتوں میں منتقل ہونے لگیں گے۔

☆-نہیں:

ایران کے خلاف فوجی کارروائی کے نتیجے میں ایرانی دعووں کا پول کھل جائے گا اور چونکہ ایرانی فوج کا امریکی یا اسرائیلی فوجوں سے کوئی مقابلہ ہی نہیں لہٰذا اس کا تمام تر بوجھ ایرانی عوام کو بھگتنا ہوگا۔ ایرانی حملے کی صورت میں مغربی قوتوں کا ردعمل سریع اور شدید ہوگا۔ ایرانی عوام اگرچہ غم وغصے کا اظہار کرتے ہیں مگر حکومت اچھی طرح جانتی ہے کہ ان کی طرف سے شروع کیے گئے حملے کا انجام خیر نہیں ہوگا اور ملک کے خلاف کئی گنا شدید عسکری کارروائی ہوگی۔ خود حملہ کرنے کے بجائے ایران کی حکومت

یقیناً جوابی کارروائی کو ترجیح دے گی۔ اس طرح وہ قوم کو متحدہ کر کے اپنی سیاسی قوت کو اور مستحکم کر لے گی اور تمام تر زبانی دعووں کے باوجود ایرانی ردعمل کم اور علاقائی زیادہ ہوگا۔ ممکن ہے ابتداء میں حکومت بیرونی حملے کا نشانہ بننے والے عوام کی حمایت سمیٹ سکے مگر قوی تر عسکری طاقتوں کے ساتھ محاربت ایران زیادہ دیر تک براشت نہیں کر سکے گا۔

سوال نمبر۱۲: کیا اسرائیل ایران پر حملہ کر دے گا؟

☆۔۔نہیں:

اسرائیل ایران پر حملہ نہیں کرے گا ورنہ اس کے مخصوص مفادات پر زد پڑے گی۔ ایک تو ایسا حملہ پیچیدہ معاملات سے نمٹنے کا تقاضہ کرتا ہے، دوسرے ایسی کارروائی سے صرف یہی ہو سکے گا کہ ایران کے وسیع رقبے میں پھیلی بعض نیوکلیئر تنصیبات آئندہ ایک دو سالوں کے لیے ناکارہ ہو جائیں اور اس کے لیے بھرپور اور مسلسل حملے کی ضرورت ہوگی مگر اس کے ساتھ ساتھ ایسی کارروائی ایرانی عوام کو حکومت سے متحد کر دے گی (اس کے نتیجے میں حکومت بدلنے کا منصوبہ ناکام ہو جائے گا)۔ علاوہ ازیں ایرانی حکومت پر ان کے منصوبے کی افادیت اور اجاگر ہوگی اور وہ اس ضمن میں اپنی کوششیں تیز تر کر دیں گے۔ گویا ممکنہ اسرائیلی حملے کے نتیجے میں ایرانی حکومت کو ایرانی عوام کی متحدہ حمایت حاصل ہو جائے گی۔ اسی کے ساتھ ہی ایران ان گروپوں کی حمایت بڑھا دے گا جو حماس اور فلسطینی اسلامی جہاد کی صورت میں پہلے سے موجود ہیں۔ ایک تو یہ گروپ اسرائیل کو (اپنی کارروائیوں کا نشانہ بنا سکتے ہیں، علاوہ ازیں اسرائیل عالمی تنقید کا نشانہ بنے گا۔ کیونکہ اس نے غیر اعلانیہ جنگ مسلط کرنے کی حماقت کی ہوگی۔

اسرائیل کا اصل مقصد یہ ہے کہ اگرچہ ایران کے خلاف کرنے کو اس کے پاس بہت کچھ ہے مگر ایران جو کچھ کر رہا ہے اس کی ''عدم افزودگی'' کے معاہدے میں گنجائش بلکہ اجازت موجود ہے۔ اگرچہ اسرائیل لاکھ دلیل دے کہ ایسی کارروائی ان کی عسکری ضرورت ہے مگر باقی دنیا اسے بلا جھجک کھلی

جارحیت قرار دے دے گی۔ ایسے حملے کی راہ میں یہ رکاوٹ نہیں ہے کہ اسرائیل، ایران تک پہنچ نہیں سکتا بلکہ اصل رکاوٹ یہ ہے کہ اسے بعد میں اس کی بھاری قیمت (عالمی ردعمل کے نتیجے میں) چکانا پڑے گی۔

☆---ہاں:

اسرائیل کے عسکری نقطہ نظر سے ایران کا چوری چھپے اسلحہ کی تیاری کرنا سالہا سال سے خطرے کی گھنٹی بجاتا رہا ہے جبکہ باقی مشرق وسطیٰ نے (بزدلوں کی طرح) جیو اور جینے دو کی خاموش پالیسی اپنائی ہوئی ہے۔ صرف ایران ہے جس نے اسرائیلی مرضی کو تسلیم نہیں کیا۔ اس طرح گویا ایران اسرائیل کا خطرناک ترین دشمن ٹھہرا ہے۔ بلکہ اپنے ملک سے باہر بھی حزب اللہ، حماس اور فلسطینی اسلامی جہاد نامی گروپوں کا مددگار بھی رہا ہے جن کی کارروائیوں نے ہر سال ان گنت اسرائیلیوں کی جان لی ہے۔ اسرائیلیوں کے لیے یہ امر بھی خطرناک ہے کہ نیوکلیئر طاقت بننے کے بعد ایران نہ صرف خود اسرائیلی کارروائیوں کو (اپنے خلاف) مشکل بنا دے گا بلکہ دیگر ہمسایہ (مسلم) ریاستوں کو ڈرا دھمکا کر اسرائیلی پالیسیوں کی مخالفت پر آمادہ کر سکے گا۔

اسرائیلی ایران کو گفتگو پر مائل کرنے کی کوششوں کو ناکام سمجھتے ہیں اور اس کی وجہ بعض عالمی طاقتوں کی مجبوریوں کو قرار دیتے ہیں جن کے باعث وہ طاقت استعمال کرنا نہیں چاہتے۔ اور انہیں ایرانی حکومت بھی خوب سمجھتی ہے۔ اسرائیل اس میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتا اور ماضی میں بھی اس کے دوسرے ملکوں پر preemptive حملے خاصے کامیاب رہے ہیں۔ ان میں اوسیراق میں عراقی نیوکلیئر تنصیبات کی تباہی ایک اہم مثال ہے جس کی بدولت اسرائیلی مخالفین کی تعداد کم ہوئی تھی۔ البتہ ایران چونکہ اسرائیل سے کافی دُور ہے لہٰذا ہتھیاروں کا معیار اور صحیح صحیح ٹھکانوں پر نشانہ لگانے کو یقینی بنانا ہوگا۔ آج کل اسرائیل کے پاس اس کی عسکری صلاحیت موجود ہے۔ اور پہلے کی طرح اسرائیل آج بھی اپنی حفاظت کے معاملے میں کسی مددگار پر بھروسہ کرنے کے لیے تیار نہیں۔

سوال نمبر ۱۳: کیا فوجی حملے کی صورت میں ایران کی طرف سے نیوکلیئر خطرہ ٹل جائے گا؟

☆ ---نہیں:

ایران کی نیوکلیئر تنصیبات بہت سے مقامات پر بکھری ہوئی ہیں۔ ان میں سے کچھ تو دشمنوں کی نظر میں ہوسکتی ہیں مگر سب نہیں۔ مثلاً لاتن کنورشن سٹیشن مدتوں ہماری نظروں سے اوجھل رہا۔ کیا پتہ ایسی بہت سی جگہیں اب بھی پوشیدہ ہوں اور ایرانی نیوکلیئر انفراسٹرکچر کے بارے میں ہماری معلومات ناقص ہوں، پھر یہ بھی ہے کہ ایسے بہت سے مقامات شہری آبادیوں کے بہت قریب ہیں جس سے حملے کی صورت میں ان گنت اموات کا خطرہ ہے۔ لہٰذا کسی بھی ایسے مغربی حملے کے نتیجے میں دنیا چیخ اٹھے گی۔

بہت سی صورتوں میں صورت حال یہ ہے کہ مغربی جاسوس ادارے تنصیبات کے مقام سے آگاہ ہیں مگر اس میں اصل نشانوں سے واقف نہیں۔ بعض نشانوں کے لیے زمین میں گھس جانے والے نیوکلیائی ہتھیار استعمال کرنا پڑیں گے۔ مگر ایسی صورت میں جس قدر فوجی نوعیت کی کامیابی ہوگی اس سے زیادہ مصیبت عالمی رائے عامہ کی خفگی کی صورت میں سامنے آئے گی۔ علاوہ ازیں حال ہی میں ایران نے دعویٰ کیا ہے کہ اس نے نیوکلیئر ٹیکنالوجی کے حوالے سے مقامی طور پر بعض کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ ایران کی بیرونی مدد کے بغیر نیوکلیئر میدان میں پیش رفت روز بروز بڑھ رہی ہے اور اگر حملے کے نتیجے میں اس کی تنصیبات تباہ بھی کردی جائیں تو بھی انہیں دوبارہ بحال کرنے میں اسے ایک دہائی پہلے کی حالت کے مقابلے میں کہیں کم وقت لگے گا۔

☆ ---ہاں:

اگرچہ ایران نے اپنی ایٹمی تنصیبات پر سخت حفاظتی کورڈال رکھے ہیں تاہم یہ حفاظت ماہرانہ ہوائی حملوں کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ ایسے طیارے جو ریڈار پر نظر نہیں آتے ایران کے ہوائی حملوں کے خلاف دفاع میں بآسانی شگاف کر سکتے ہیں۔ اسی طرح بی ایل یو ۲۸ جیسے میزائل جنہیں سیٹلائٹ سے کنٹرول کیا جاتا ہے اور کنکریٹ کے بنکروں کو توڑنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں،

ایران کی بظاہر محفوظ ترین تنصیبات کو تباہ کرنے کے اہل ہیں۔ اگرچہ یہ بھی واضح نہیں ہے کہ فی الحقیقت کتنے مقامات کو نشانہ بنانے کی ضرورت ہوگی تاکہ ایرانی نیوکلیئر صلاحیت کو مناسب حد تک ناکارہ بنایا جاسکے۔ جو مقامات ظاہر ہیں ان کی تعداد بھی ایک درجن سے لے کر کئی سو تک پہنچتی ہے۔ تاہم جن مقامات کی تباہی لازم ہے ان میں تاتنز کی یورینیم کنورشن سہولت اور اصفہان کا افزودگی سنٹر شامل ہیں۔

ایک کامیاب حملے کا واحد مقصد یہ نہیں ہوگا کہ وہ اشیاء تباہ کردی جائیں جن سے ایران نیوکلیئر ہتھیار بنا سکتا ہے بلکہ اس صلاحیت کا خاتمہ بھی ضروری ہے جس کے باعث امکان ہے کہ جزوی تباہی کی صورت میں وہ گزشتہ دہائیوں میں حاصل کی گئی کامیابیوں کو مقابلتاً کئی گنا کم وقت میں بحال کر لے گا۔ واضح رہے کہ یہ کامیابیاں ایران نے سخت عالمی حفاظتی انتظامات کے باوجود حاصل کی ہیں۔ ظاہر ہے بحالی کی کارروائی ایک تو مہنگی ہوگی دوسرے اس میں سابقہ ایرانی کوششوں جیسی غلطیاں بھی پائی جائیں گی۔ اس مرتبہ ایران کو سب کچھ نئے سرے سے اور سخت عالمی نگرانی میں شروع کرنا پڑے گا۔

سوال ۱۴: کیا چین ایرانی مسئلے پر اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں کوئی مثبت کردار ادا کرسکتا ہے؟

☆-- ہاں:

چین خلیج سے تیل کی بلا روک ٹوک برآمد کو اپنی صنعتی ترقی اور تیل کی بڑھتی ہوئی ضرورت قرار دینے کے پیش نظر خلیج میں امن کا زبردست حامی ہے۔ اسے احساس ہے کہ خطے میں کسی بھی ٹکراؤ کی صورت میں ایران تیل کی فراہمی اور ٹرانسپورٹ میں جو رکاوٹ ڈالے گا وہ چین کی ترقی کے لیے تباہ کن ثابت ہوسکتی ہے۔ اس لیے چین کی خواہش ہوگی کہ ایران کے مسئلے پر کسی فوری اور شدید کارروائی کی بجائے اس سے طویل المیعاد ایڈجسٹمنٹ ہو پہلے بھی چین نے ایرانی نیوکلیئر سرگرمیوں کو ختم یا محدود کرنے کے ہر عالمی معاہدے پر دستخط کیے ہیں اور آئندہ بھی کرتا رہے گا۔

علاوہ ازیں چین کو علاقے میں اپنے بڑھتے ہوئے معاشی اور سیاسی کردار کا ادراک بھی ہے اس لیے عالمی تعلقات اور ڈپلومیسی کے حوالے سے اسے دشمنوں سے زیادہ دوستوں اور شریک ہائے کار کی ضرورت ہے۔ اس لیے وہ دنیا کے کسی بھی ملک کے ساتھ براہ راست مناقشت کا متحمل نہیں ہوسکتا۔

اور اگر ایرانی معاملہ طول پکڑتا ہے یا اس کی شدت میں اضافہ ہوتا ہے تو ایسی مناقشت کا امکان بڑھے گا۔ اس لیے اس کا امکان نہ ہونے کے برابر ہے کہ چین سلامتی کونسل کی کسی قرارداد کو ویٹو کرے گا۔

☆--نہیں:

چین کو اپنے طویل المیعاد منصوبوں کی تکمیل کے لیے تیل درکار ہے جبکہ مغربی تیل کمپنیوں اور ان کی دوست حکومتوں نے تیل کے نظام ترسیل پر گرفت قائم کر رکھی ہے۔ اس لیے دوسرے متبادل ذرائع کی تلاش چین کی ضرورت بن چکی ہے اس لیے چین کے ایران سے تعلقات بہت اہمیت اختیار کر گئے ہیں (جو یقیناً گزشتہ صدیوں سے چلے آ رہے تھے)۔ خصوصاً ایسی صورت میں جب زیادہ تر عرب ممالک اور خلیجی ریاستیں امریکہ کی گود میں بیٹھی ہیں، ایران کی امریکہ سے دشمنی اور چین کی تیل کی طویل المیعاد ضرورت نے چین ایران تعلقات کو زیادہ اہمیت عطا کر دی ہے۔ اگر چہ ایران کے نیوکلیئر مسئلے پر شاید چین کھل کر مغرب کی مخالفت نہ کرے مگر وہ ایسی ہر کوشش بروئے کار لائے گا جس سے ایران مخالف کارروائیوں کو زیادہ سے زیادہ غیر موثر بنایا جاسکے۔ اسی دوران وہ ایران کے ساتھ اپنے طویل المیعاد تعلقات اور تیل کی یقینی ترسیل کے ذریعے اپنی صلاحیتوں میں بتدریج اضافہ کر کے ایسی قوت کی شکل میں ابھرنا چاہتا ہے کہ مشرق وسطیٰ میں امریکی ظالمانہ سرگرمیوں کو لگام دینے کے قابل ہو جائے اور وہاں کے عوام کی امریکہ مخالف کیفیت کو استعمال کرتے ہوئے ایسا مقامی نیٹ ورک قائم کر سکے جو اسے تیل کی مسلسل فراہمی کو یقینی بنائے رکھے۔ یہ سوچنا غلط ہے کہ تعلیمی سوچ والے ممالک سے ٹکراؤ کے ذریعے چین عالمی طاقت بننے کی کوشش کرے گا بلکہ زیادہ قرینِ امکان یہ ہے کہ وہ اول الذکر راستہ اختیار کرے گا۔

سوال ۱۵: کیا روس ایران مغرب مناقشے میں بہتری لانے کی صلاحیت کے حامل ملک کے طور پر ابھر رہا ہے یا صورت حال اس کے برعکس ہے؟

☆--بہتری لانے کی صلاحیت کا حامل

جب بھی ایران کا سوال اٹھے تو معلوم ہوگا کہ اس کے امریکہ کے ساتھ بعض اہم معاملات

ہیں۔اب بھی روس نے ایران کی جوہری صلاحیت کے حصول کے لیے اپنی ناپسندیدگی ظاہر کر رکھی ہے۔بعض مغربی ممالک کی یہ تجویز کہ ایران کو اس شرط پر ایٹمی توانائی کے حصول کے لیے یورینیم کی افزودگی کی اجازت اس شرط پر ہونی چاہیے کہ یہ عمل روس میں ہو، روس کے حق میں ہے کیونکہ اس طرح وہ جلد عالمی توانائی منڈی اور سپر پاور بننے کے اپنے خواب کو شرمندۂ تعبیر کر سکے گا۔روس کے خیال میں ایران کے موقف میں شدت دراصل اسے اپنے دفاعی مسائل کی بدولت ہے کسی اور مقصد کے لیے نہیں۔سو روس کے اپنے عزائم اور مغربی طاقتوں کی تجویز مل کر روس کو فریقین کے مابین گفتگو پر راضی کرنے کے لیے اپنی خدمات پیش کرنے پر مائل کریں گی۔

روس خود بھی مغربی قوتوں اور ایران کی باہمی اور براہ راست چپقلش کے حق میں نہیں کیونکہ ایسی صورت میں تیل کی قیمتیں آسمان سے باتیں کرنے لگیں گی تو دنیا توانائی کے متبادل ذرائع کی تلاش میں جان لڑا دے گی اور اردگرد کے ممالک جب ایسے ذرائع پالیں گے تو روس کے تیل کے ذرائع کو کون پوچھے گا۔علاوہ ازیں ایران پر جنگ مسلط کیے جانے کی صورت میں عراق اور وسطی ایشیا کے دیگر حصوں میں روسی مفادات پر یقیناً زد پڑے گی۔

☆--بگاڑنے کا سبب

ایران اور روس کے تعلقات دونوں ملکوں کے مابین دسمبر ۲۰۰۵ء میں ہونے والے اسلحے کی خرید و فروخت کے معاہدے سے کہیں پہلے کی ایک تاریخ رکھتے ہیں اور جنوبی ایران کے مقام بوشہر پر ایک ہلکا نیوکلیئر ری ایکٹر کی مدد سے تیار کیے جانے سے بھی مدتوں پہلے سے ان تعلقات کے سراغ ملتے ہیں۔ان سب باتوں سے ہٹ کر روس اور ایران کے مابین کچھ مشترک احساسات بھی ہیں مثلاً دونوں مغرب کی ناانصافیوں کا شکار ہوئے ہیں اور اب بھی ان کی زیادتیوں کی زد پر ہیں۔اس طرح اگر روس ایرانی نیوکلیئر تعلقات پروان چڑھیں، چاہے ان کے نتیجے میں ایران بجلی کے ساتھ ساتھ ایٹمی ہتھیار ہی کیوں نہ بنانے لگے، اس سے روس اور ایران دونوں کو مغربی استعمار کے خلاف فائدہ ہی حاصل ہوگا۔ بظاہر روس کا فائدہ اس میں ہے کہ وہ کسی بھی فریق کا ساتھ دینے کی بجائے غیر جانبدار رہے۔اس

طرح وہ ایران کی تحقیق وجستجو کو محدود رکھ کر مغربی طاقتوں کی حمایت حاصل کرے گا تو دوسری طرف انہیں حملے سے باز رکھتے ہوئے ایرانی ہمدردیاں حاصل کر پائے گا۔ چنانچہ روس چاہے گا کہ معاملے کے فوری حل کے لیے کوئی کردار ادا کرنے کی بجائے ایسی کوششیں جاری رکھے کہ اس معاملے کو طویل عرصے تک لٹکائے رکھا جا سکے۔ چنانچہ روس کا اصل مقصد کسی طرح کے معاہدے کو کھٹائی میں ڈالنا ہے۔ اس کے لیے معاہدے کو منسوخ کر دینا اسے مناسب محسوس نہیں ہوتا۔

سوال ۱۶: کیا امریکہ اور یورپ کا تعاون جاری رہ سکے گا؟ اگر ہاں، تو کیا اس سے ایران کو قابو میں رکھنا ممکن ہوگا؟

☆--ہاں:

ایران یورپی قوتوں کے لیے ایک سخت قسم کا ٹیسٹ کیس ہے۔ انہیں یہ کہنا مشکل ہو رہا ہے کہ پہلے خود امریکہ ہی نے بین الاقوامی اداروں کو پس پشت ڈالا اور عراق پر جنگ مسلط کر دی۔ ایران سے متعلق یورپی اقوام کا موقف کسی عملی اقدام کے لیے آسان نہیں۔ ایرانیوں کو واضح طرز عمل اختیار کرنے پر مجبور کرنے میں خود یورپیوں کی عزتِ نفس داؤ پر لگی ہے۔ انہیں اس امر کا بھی احساس ہے کہ ایران کو حدود میں رکھنے کے لیے امریکہ کا ساتھ دینا ان کی مجبوری ہے۔ اس لیے امریکہ کا ساتھ دیے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں۔ اس ضمن میں یورپ کی بڑی عالمی طاقتیں مثلاً برطانیہ عظمیٰ وغیرہ بھی مستثنیٰ نہیں۔ کیونکہ انہیں بھی اپنے بعض عالمی مسائل کے حل میں امریکہ کی ضرورت ہے۔

یورپی طاقتوں کی طرف سے جو مدد فراہم کی جاتی ہے وہ امریکہ کو براہ راست ایرانی وسائل محدود کرنے میں کام آتی ہے اور یورپ اور امریکہ مل جائیں تو ایک خوفناک معاشی اور عسکری قوت وجود میں آتی ہے۔ اگرچہ ایران کی کوشش ہوگی کہ وہ خالصتاً مغرب کے علاوہ دیگر ممالک کے ساتھ تعاون کے ذریعے باقی رہ سکے مگر امریکی یورپی اتحاد اس کی اس خواہش اور کوشش کو بھی ناکام بنا دے گا۔

☆--نہیں:

بہت سے یورپی ممالک ایران پر براہ راست حملے کے خلاف ہیں مگر امریکہ اس کی شدید

خواہش رکھتا ہے اور وہ یہ سب کچھ یورپی و عرب اتحادیوں کے ذریعے کرنا چاہتا ہے۔ یورپی طاقتیں ہمیشہ اسے خوش فہمی میں مبتلا رہیں گی کہ ایران کے ساتھ مصالحت کے لیے مذاکرات کا ایک اور دور ہو مگر سچ یہ ہے کہ ایرانیوں کو مذاکرات یا مسئلے کے حل سے کوئی دلچسپی نہیں۔ چنانچہ امکان ہے کہ امریکہ اور اسرائیل، جس قدر اتحادی بھی اکٹھے کر سکے ان کے ساتھ خود ہی ایران پر چڑھ دوڑیں گے۔

بعض یورپی ریاستیں ممکن ہے احتجاج کے لیے خاصہ شور مچائیں، مگر کئی یورپی ممالک ایسے بھی ہیں جو یہ خیال رکھتے ہیں کہ امریکی مخالفین سے ہمدردی کے ذریعے طاقت کا توازن پیدا کرنے کی کوشش کے مقابلے میں امریکہ کا براہ راست ساتھ دینے میں ہی عافیت ہے اور وہ یہی سمجھے رہنا چاہتے ہیں کہ براہ راست ایرانیوں کی نیت کو بش انتظامیہ خوب سمجھتی ہے۔ یورپ نہ تو مشرق وسطیٰ سے متعلق امریکی پالیسی کو کوئی تقویت پہنچا سکتا ہے اور نہ ہی اس میں تبدیلی کے لیے مؤثر کارروائی کی صلاحیت رکھتا ہے۔

سوال ۱۷: کیا نیوکلیئر مسئلے پر عالمی دباؤ کے ردعمل کے طور پر ایران اپنا ممکنہ اثر ورسوخ عراق میں استعمال کرے گا؟

☆---نہیں:

ایران مغرب سے جنگ ہرگز نہیں چاہتا۔ اس کی خواہش یہ ہے کہ اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ صدر احمدی نژاد کی خواہش ہوگی کہ وہ صدر بش سے جس کی پالیسی اور سابقہ ریکارڈ عراق کے مسئلے کے حوالے سے اظہر من الشّمس ہے، براہ راست دشمنی مول لیے بغیر اپنا مقصد حاصل کر لیں۔ اس طرح ایران میں عراق کے براہ راست ملوث ہونے کا مطلب یہ ہوگا کہ امریکہ کو ایران پر چڑھ دوڑنے کا بہانہ مل جائے گا جس کی اسے بڑی بے چینی سے تلاش ہے۔ ایسی بہت سی ریاستیں (حکومتیں) ہیں جو عراق میں تباہ کن ہتھیاروں کی موجودگی کا دعویٰ غلط ثابت ہونے کے بعد، ایران سے متعلق ایٹمی ہتھیاروں کی تیاری کے الزام کو بھی شک کی نظر سے دیکھتی ہیں مگر ایسے میں اگر ایران کے بارے میں یہ صورت حال منظر عام پر آئی کہ وہ عراق میں موت کے کھیل کو ہوا دے رہا ہے تو ایسی

ساری حکومتیں بھی ایران کی مخالف ہو کر اسے سزا دینے پر زور دینے لگیں گی۔ اس کے علاوہ ایسے ایرانی رویے سے عراق میں موجود برسرپیکار سارے گروہوں میں مزید ابتری پھیلے گی اور اس طرح وہاں موجود خود ایران کے حامی بھی اسی ابتری کا شکار ہو جائیں گے جنہیں اپنی قوت مجتمع کرنے کے لیے کسی قدر امن اور سکون کی ضرورت ہے۔ ایران کو ایک کمزور مگر شیعہ عراق چاہیے۔ اس لیے وہ اسے مکمل طور پر غیر فعال دیکھنا ہرگز پسند نہیں کرے گا۔

☆---ہاں:

ایران بعض خطوں سے غیر حاضر رہتے ہوئے اپنے مفاد کے حصول کے لیے مقامی گروہوں کو استعمال کرنے کی حکمت عملی (proxy warring) کے لیے ہمیشہ سے بدنام ہے اور صدام کے زوال کے بعد ایران نے ایسے ہی حامیوں کا مضبوط گروہ عراق میں بھی پیدا کرلیا ہے۔ ایسا گروہ شیعہ اکثریتی علاقوں مثلاً بصرہ اور جنوبی عراق کی شیعہ گرفت کے علاقوں میں خاصہ زور پکڑ رہا ہے۔ بغداد میں دہشت گردی کی کارروائیاں کرنے والے اور دیگر علاقوں کی سُنی آبادی کو دہشت میں مبتلا کرنے والے شیعہ گروہوں کے بھی ایران سے روابط ہیں ☆۔ عراق میں کوئی ایک گروہ ایران کے زیر اثر نہیں بلکہ بہت سے ہیں جن کے ذریعے عراق میں بدامنی پھیلانے کی ایرانی صلاحیت اچھی خاصی قوی ہے۔

ایران نے کافی عرصہ پہلے سے اندازہ کرلیا تھا کہ امریکہ کے ساتھ مذاکرات میں بہتر پوزیشن حاصل کرنے کے لیے عراق میں مداخلت ضروری ہے۔ اگر ایران کی نیوکلیائی سرگرمیوں کے حوالے سے اس پر دباؤ اور فریقین کے مابین تناؤ میں اضافہ ہوتا ہے تو ایران عراق کی صورت حال کو اپنے حق میں کرنے کے بعد ہی نیوکلیائی مسئلے پر کسی قسم کی سپر اندازی کی بات کرے گا بلکہ جب وہ عراق میں اپنی پسند کا ماحول قائم کرنے میں کامیاب ہو گیا تو نیوکلیائی مسئلے کے حوالے سے اس پر دباؤ خود بخود کم ہو جائے گا۔ ایران کو درحقیقت معاونین کی ضرورت نہیں بلکہ عالمی برادری میں ایک باوقار مقام چاہیے۔ اور وہ مقام حاصل کرنے کے لیے عراق میں اپنی اہمیت ثابت کرنا ایران کے لیے ضروری ہے۔

سوال ۱۸: ایران پر حملے کی صورت میں اس کی جہادی گروپوں کی حمایت میں اضافہ ہوگا یا کمی؟

☆---اضافہ

ایران کی تاریخ شاید ہے کہ ''حزب اللہ'' اور ''فلسطینی اسلامی جہاد'' جیسے گروپوں کے ذریعے دہشت پھیلا کر سیاسی مقاصد حاصل کرنا ان کی خارجہ پالیسی کا اہم جزو رہا ہے۔ اس امر کے واضح شواہد موجود ہیں کہ دنیا بھر میں امریکی مواد کے بارے میں ایران اپنی معلومات تازہ رکھتا ہے اور جب کبھی اسے کسی دباؤ یا ایمرجنسی کا سامنا ہوا ایرانی افسران خود یا اپنے ایجنٹوں کے ذریعے امریکی افراد کے قتل تک کی کارروائی کر گزرتے ہیں اور یہ ان کی سفارتی سرگرمیوں کا ایک واضح حصہ ہیں۔

ایک طرف تو ایران امریکہ اور یورپی ملکوں کو باور کراتا رہتا ہے کہ ان کی پالیسیوں کی انہیں کیا قیمت چکانا پڑ سکتی ہے تو دوسری طرف وہ تیسری دنیا کے ان ممالک کی ہمدردیاں بٹورنے میں مصروف رہتا ہے جو ان مغربی ممالک کی دھاندلیوں کے حوالے سے اس کے ہم خیال (یا شریک عذاب) ہیں۔ اس حوالے سے عرب اسرائیل قضیے میں ملوث ممالک زیادہ اہم ہیں جہاں کی عوام کی ہمدردیاں اکثر ایران کے ساتھ محض اس وجہ سے رہتی ہیں کہ ایران اسرائیل کا سب سے بڑا مخالف ہے (کیونکہ اسرائیل مسلم عربوں کا استحصال کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا)۔ یہ صورت حال پچھلے ایک سال سے واضح ہے۔ ایران کی حکمت عملی یہ ہے کہ اس کی سرگرمیوں کا مغربی ممالک کی طرف سے محدود دتشدد دانہ ردعمل ہو، تاکہ ایران عالم اسلام اور تیسری دنیا کی ہمدردی سمیٹ کر اس سے کہیں زیادہ فائدہ حاصل کر لے جتنا اسے حملے کی صورت میں نقصان اٹھانا پڑے گا۔

☆---کمی

ایران کے لیے یہ امر سخت باعث تشویش ہے کہ دنیا نے اسے نگاہوں میں رکھا ہوا ہے، خصوصاً ایسے عالم میں کہ امریکی حکومت جو اسے صفحۂ ہستی سے مٹانا چاہتی ہے، اس کی سخت نگرانی کر رہی ہے۔ ایران کافی بہتر پوزیشن میں ہے کیونکہ اس کے حمایتی گروہ عراق اور لبنان میں کامیابی سے کارروائیاں کر رہے ہیں، اور اس کے نتیجے میں تیل کی قیمتوں میں مسلسل اضافہ ایران کے فائدے میں ہے۔ ایسے

میں واضح کارروائیاں کر کے ایران مغربی ممالک کو اپنا مزید مخالف نہیں بنانا چاہے گا جو پہلے ہی اسے اچھی نظر سے نہیں دیکھتے۔ ایسا کرنا تو خود اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنے کے مترادف ہوگا۔

ایران بلاشبہ حزب اللہ اور حماس وغیرہ کو انسانی ہمدردی کی بنیاد پر نہ صرف مسلسل امداد فراہم کرتا ہے بلکہ اسے جائز بھی قرار دیتا ہے۔ سو وہ یقیناً ایسی مدد جاری رکھے گا۔ ایسے عالم میں اگر اس پر حزب اللہ کو ہتھیار فراہم کرنے کا الزام بھی عائد ہوا تو اس سے ایران کی یہ خواہش قوی تر کہ ہوگی وہ ان مسلح گروپوں کو اور مضبوط بنائے، تاکہ مغرب کی طرف سے ممکنہ حملے یا پوری دنیا کی طرف سے لگائی گئی پابندیوں کے نتیجے میں ایران کی پہلے سے پابندیوں میں جکڑی فوج مزید پابندیوں کی زد میں آنے کی صورتِ حال سے نمٹنے کے متبادل راستے موجود ہیں۔

سوال ۱۹: کیا بین الاقوامی برادری ایران پر پابندیاں عاید کردے گی؟

☆--ہاں

یہ وسیع تر بین الاقوامی رائے ہے کہ نیوکلیئر ایران خلیج میں طاقت کے توازن کو تہہ و بالا کر دے گا۔ اور اس پر بھی عموماً اتفاق ہے کہ جنگ کے مقابلے میں پابندیاں بہرحال بہتر متبادل ہیں۔ اگرچہ اکثر ممالک پابندیوں کے سراسر خلاف بھی ہیں۔ یہ ایسے ممالک ہیں جن کی تیل کی ضروریات زیادہ تر ایران سے پوری ہوتی ہیں، مگر وہ ممالک بھی اسے کم تر خرابی کے طور پر قبول کرلیں گے اور یہ علاقے میں بحران کے خاتمے کا واحد ذریعہ ہے جو آسانی دستیاب ہے۔ ان پابندیوں کا اصل مقصد تو ایران کو ہتھیاروں کی فراہمی روکنا ہوگا مگر مغربی ممالک یہ بھی چاہیں گے کہ ایرانی تیل میں سرمایہ کاری کی راہ بھی روکی جائے تاکہ ایران پر باقی دنیا سے مناقشت مول لینے سے باز رکھنے کے لیے دباؤ بڑھایا جا سکے۔ البتہ جو ممالک ایرانی تیل استعمال کرتے ہیں، ایران کو اس حد تک بھی ناراض کرنا پسند نہیں کریں گے کہ وہ تیل کی فراہمی ہی سرے سے بند کردے۔ مگر وہ اپنی ہمدردیاں چھپائے رکھنے پر مجبور ہوں گے تاکہ ایران کے خلاف ''مشترکہ'' کارروائی کا امکان باقی رہے۔ ایسا نہ ہو کہ امریکہ اکیلا ہی سب کچھ کر ڈالنے کا فیصلہ کرلے۔

☆--نہیں

زیادہ تر ممالک کی خواہش ہوگی کہ (کوئی کارروائی نہ ہو اور) ایران سے ان کی طرف تیل کی فراہمی جاری رہ سکے مگر امریکہ اور چند قریبی حلیف البتہ ایران کی حربی قوت کی کمی میں سنجیدہ رہیں گے۔ اقوام متحدہ اس موضوع پر اجلاس سے اجلاس بلاتی رہے گی اور آئی اے ای اے کے اربابِ اختیار بار بار ایران کو انتباہ کرتے رہیں گے اور خطرناک نتائج کی دھمکیوں کا سلسلہ جاری رکھیں گے۔ تاہم بحران سے دوچار تیل کی منڈی کا اہم ترین کردار ہونے کے باعث ایران ہر دفعہ پابندیوں کے چنگل سے بچ نکلنے سے کامیاب رہے گا۔ ایران ان معاملات سے متعلق بین الاقوامی اتفاق رائے قائم نہ ہونے کے امکانات پر زور دیتے ہوئے اپنے تیل اور دولت کو استعمال کرے گا اور اس ضمن میں اس کا نشانہ ''عالمی پابندیاں'' سب سے پہلے بنیں گی۔ ہوسکتا ہے امریکہ اور چند ہم خیال ممالک خود اپنی طرف سے بھی (یعنی اقوام متحدہ کی عائد کردہ پابندیوں کے علاوہ) کچھ پابندیاں عائد کردیں، مگر ان کی حیثیت اور اثر ایک جائز بین الاقوامی تحریک کے طور پر کبھی بھی عوامی قبولیت حاصل نہیں کر سکے گا۔

سوال ۲۰: کیا ایران کوئی ایسی بڑی سودا بازی کر سکے گا جس کی امریکہ بھی عملاً تائید کرے؟

☆--ہاں:

ایران کی خارجہ پالیسی کا سب سے بڑا مخرج اس کی دفاعی ضرورت ہے۔ چونکہ ہمسایوں میں سے اس کا کوئی خاص حمایتی نہیں۔ اس کے آس پاس کے خطے غیر یقینی صورتِ حال سے دوچار ہیں اور امریکہ سے اس کی دہائیوں پرانی دشمنی کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے ہاتھ میں بہتر سودے بازی کے لیے کوئی ہتھیار موجود ہو۔ درحقیقت ایران کے پاس باقی دنیا کے ساتھ تعلقات کی بحالی کے علاوہ اور کوئی متبادل ہی موجود نہیں اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب وہ امریکہ کے سامنے سپر انداز ہو جائے۔ دنیا کی اکیلی سپر پاور کے ساتھ مفید اور بامقصد مذاکرات کے لیے انتہائی حساس اور سوجھ بوجھ پر مبنی طرزِ عمل چاہیے۔ مگر ہمیں ایران کی احتیاط کو اس کی عدم دلچسپی کے ساتھ مخلوط نہیں کرنا چاہیے۔ اصل میں ہمیں ایسی عظیم سودے بازی کا تجربہ ہے جیسی ہم نے (تباہی کا خوف دلا کر) ۲۰۰۴ء میں لیبیا کے

ساتھ کامیاب مذاکرات کے ذریعے حاصل کی تھی۔ محدود اور اعتماد بحال کرنے والے مذاکرات ایران کی سٹریٹیجک اور ٹیکٹیشن کے لیے میدان ہموار کر سکتے ہیں، مگر اس کے لیے لازم ہے کہ امریکی مذاکرات کار ڈنڈے اور توبرے کے امتزاج پر مشتمل مواد رتیار رکھیں۔ اگر چہ امریکہ کے اندر ایسا کرنا آسان نہ ہوگا، تاہم اگر اس کوشش کے نتیجے میں حکمت عملی کے اعتبار سے ایران کو راہِ راست پر لایا جا سکے تو یہ سودا مہنگا نہیں پڑے گا۔

☆---نہیں:

ایرانی قیادت امریکی حکومت کے ساتھ کسی قسم کا معاہدہ کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی، کیونکہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آخر کار ایرانی حکومت اپنی اسلامی نظریاتی بیساکھی سے بھی محروم ہو جائے گی اور پھر اسے اپنی اوقات کے مطابق دنیا میں رہنے پر مجبور ہونا پڑے گا۔ ایرانی حکومت چاہتی ہے کہ ایسے ماحول میں مذاکرات کرے اور ایسی شرائط پر معاہدہ کرے کہ وہ عالمی برادری کو بتا سکے کہ اس کا موقف صحیح تھا اور یہ بھی کہ معاہدے کی کامیابی کے لیے تمام تر سہولیات امریکہ ہی کو مہیا کرنا چاہییں اور یہی تناؤ کم کرنے کی واحد صورت ہے۔

حقیقت میں کوئی بڑا معاہدہ کئی وجوہات سے ناقابل عمل ہے۔ اول یہ کہ ایران کا رویہ بے شمار میدان ہائے عمل میں اس قدر درشت ہے کہ کوئی بھی امریکی سفارت کار اسے برداشت نہیں کر سکتا۔ کیونکہ دنیا کے کئی محاذوں پر، جن میں نیوکلیئر پرولیفریشن سے لے کر دہشت گردی تک شامل ہیں، ایران ان گنت زندگیوں سے کھیل رہا ہے۔ دوم یہ کہ ایرانی مبہم نظامِ سیاست میں ذمہ داری اور جواب دہی کسی فرد کی نہیں ہوتی جبکہ موجودہ مسئلہ ایسا ہے کہ ایرانی افسران کی معمول کی ابہام پیدا کرنے والی عادت حل میں آڑے آئے گی۔ ہمیں لیبیا کو راہ پر لانے میں ایک دہائی لگی ہے مگر لیبیا کے رویے میں مسلسل اور مثبت تبدیلی نظر آتی رہی تھی۔ ایران کے حوالے سے اس کا معمولی سا اشارہ بھی نہیں ملتا۔